بدلتی دنیا کے تقاضے اور فکر اقبال

ڈاکٹر آصف حمید لیکچرار
شعبہ اُردو۔گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن افضل پور-میرپور آزاد کشمیر
E-Mail: drasifhamid11@gmail.com
Contact: 0333-5833517

Abstract

Those nations in the world persevere who know the art of living on the other hand nations unaware of this reality are not ready for the uproars. Iqbal tries to create a hope of living among the sluggish young men. In today's world young and old men keep themselves busy for hours to on mobile for updates. In the era of Iqbal there was also modern and striking leisure pursuit too. But he remained untouched from such attractions.The problem of present world is that this generation could not choose the way through which they could keep themselves safe. Spreading fake news on social media can not be persistent of a practical life. This is not the question of spending the nights sleepless but deprivation of waking up early.If we have a view of present situation with deep insight we would find such people in excess who are reluctant for great change. But they are unpractical in nature. They are champion of discussion but not of practical. You have observed that a child of present age can remember the Iqbal's poem "bachay ki duha" abruptly but the very child is far from its essence.If we rely on the Bloom's Taxonomy; we could build the narrative that whole nation could not farther from first step from remembering to understanding. In the present age Nietzshe's superman is blindly followed by the whole world. American, Israealian, Hindu, and European nations can create chaos in every country they want to; while Iqbal,s ideal having the great qualities does not exist. We keep on characterize the"mard-e-momin" orally but devil's powers persist fallacious in our actions. We need to get rid of it through the inspiration of Iqbal.

ماضی کی طرح آج بھی زمانے کا سبک رفتار گھوڑا، ظاہری اور باطنی قیود سے بے نیاز، اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔ بظاہر تو یہ اس جھنجھٹ سے آزاد ہے کہ کون کتنا ذی شعور ، باکمال، ترقی کا خواہاں یا تنزل پر آمادہ ہے۔لیکن کوئی خود کار سسٹم اُن اقوام اور افراد کو سنگِ میل بناتا چلا جاتا ہے۔جو گرفت میں آئے وقت سے فکری روشنی لیتے ہیں، نئے آسمان سر کرتے ہیں اور لمحہ بھر کے لیے بھی غفلت اور تن آسانی کا شکار نہیں ہوتے۔ دوسری طرف بالکل متضاد کیفیات کی حامل اقوام آباؤ اجداد کے شاندار ماضی میں پناہ ڈھونڈتی ہیں، خواب خرگوش کے مزے لیتی ہیں، حال سے بے خبر رہتی ہیں ، غیبی امداد یا سہاروں کے بل بوتے مستقبل سنوارنے کی متمنی ہوتی ہیں، ”آج“ کی اصلاح کیے بغیر ”آنے والے کل“ کے خود بخود بہتر ہو جانے کے غیر منطقی خیال کی پیروکار بنتی ہیں، اور یوں زندگی کے ہنگاموں سے مقابلہ کرنے کی سکت کھو کر بھیانک ، تباہ کن اور عبرت ناک انجام سے دو چار ہو جاتی ہیں۔اقبال ایسی اقوام کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کرتے ہیں:

وہ قوم نہیں لائقِ ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے(۱)

ایسے ناعاقبت اندیش افراد سے اقبال کا یہ استفسار بہت معنی خیز ہے:

گریز کشمکشِ زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست(۲)

اقبال غفلت شعاروں میں جینے کی امنگ پیدا کرنے کے بہت مشتاق ہیں:

عجب نہیں کہ بدل دے اِسے نگاہ تری
بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا(۳)

مزید کہتے ہیں:

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں (۴)

حالاتِ حاضرہ کا بغور جائزہ لیں، تو صاف نظر آتا ہے کہ موجودہ دور کی زندہ اقوام نے زندگی کے ہر شعبے کو سر کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔وہ اپنی ترقی سے مطمئن نہیں۔فکر و فلسفہ میں موشگافیاں جاری ہیں۔ سائنسی علوم و فنون اور ایجادات کے نئے زینے طے کرتی ہیں۔تعلیمی پالیسیوں اور تدریسی طریقوں میں آفاقِ نو کی متلاشی ہیں۔ذرائع ابلاغ میں وافر کامیابیاں حاصل کرکے بھی تھکی نہیں۔معاشی استحکام کے باوجود دنیا بھر کے وسائل پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے پُر پیچ منصوبوں کی راہ ہموار کرتی ہیں۔یہ اقوام ہر ممکنہ فتح کے بعد ممکنات کی نئی دنیائیں آباد کرنے کے سلیقے سے آشنا ہیں۔جس کا لازمی نتیجہ دیگر اقوام پر ان کی برتری اور دسترس کی صورت میں سامنے ہے۔اقبال امت مسلمہ کو بھی اپنی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ان کے نزدیک جینے کا حق وہی ادا کرتا ہے جو ذہانت و استقامت سے کام لیتا ہے؛ راستے کی تاریکیوں کو روشنی میں بدلتا ہے؛ فکر و فن کے نئے در وا کرتا ہے اور کامیابیوں و کامرانیوں کے نئے جہاں آباد کرنے میں دلچسپی دکھاتا ہے:

اپنی دنیا آپ پیدا کر، اگر زندوں میں ہے
سر آدم ہے ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی(۵)

وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ وخشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے(۶)

فی زمانہ ترقی کے محاذ پر مسلمان قوم کا موازنہ عیاں کرتا ہے کہ پوری قوم کی دکھتی رگ غیروں کے ہاتھ میں ہے۔عرب ممالک وسائل کی فراوانی کے باوجود بے سروسامانی کی تصویر ہیں۔پاکستان ایٹمی ٹیکنالوجی میں مہارت کے باوصف مالیاتی اداروں کے رحم و کرم پر ہے۔اتحاد و تنظیم کا اس قدر فقدان ہے کہ کسی بڑی عالمی سازش پر بھی بیشتر اسلامی ممالک خاموشی میں عافیت سمجھتے ہیں۔یوں امتِ مسلمہ معاشی اور سیاسی تنگدستی کا شکار ہے۔اس کسمپرسی پر جواد حسین جعفری ان الفاظ میں تشویش ظاہر کرتے ہیں :

’’معاشی اعتبار سے امتِ مسلمہ مل کر بھی یورپ کی ایک چھوٹی سی مملکت کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں... سیاسی اعتبار سے بھی امت کی حالت قابلِ رشک نہیں۔آئے دن سینکڑوں مسلمان دنیا کے مختلف خطوں میں ناکردہ گناہوں کی سزا پا رہے ہیں‘‘۔(۷)

آج جہاں ایک طرف منہ زور طاقتیں من مانے حالات پیدا کرکے بے قصور انسانوں کو جنگ میں دھکیلنے کے منصوبوں پر عمل پیرا ہیں ، وہیں جدید مواصلاتی ایجادات کے ذریعے نسل نو کو نئے ذہنی مسائل سے دوچار کررہی ہیں۔ موبائل فونز پر بآسانی دستیاب Facebook،Whatsapp،Youtube اور اسی نوع کی دیگر سہولیات نے دنیا کو نئی ڈگر پر چلا دیا ہے۔آج کے جوان و پیر نئی معلومات یا updates کے لیے گھنٹوں موبائلز پر نظریں جھکائے رکھتے ہیں۔گھروں میں نہ صرف بچے اور باپ ’’نئی نویلی‘‘ معلومات سے مستفید ہوتے ہیں، بلکہ مائیں بھی اس ’’فیض یابی‘‘ میں پیچھے نہیں، یوں ایک ہی چھت تلے رہتے ہوئے یہ سب ایک دوسرے سے دور رہتے ہیں۔اقبال کے دور میں بھی اس وقت کے مطابق جدید سہانے شوق موجود تھے۔مگر وہ بڑی خوش اسلوبی سے اس آگ سے محفوظ رہے:

عذابِ دانش حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل (۸)

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے مری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف (۹)

دورِ جدید میں مسئلہ یہ ہے کہ عذابِ دانشِ حاضر اور جلوۂ دانش فرنگ میں تباہ حال موجودہ نسل اپنے لیے ابھی تک ایسے راستے کا انتخاب نہیں کر سکی۔ جس پر چل کر وقت کے زیاں سے بچا جاسکے۔ پھر یہ الجھن بھی پریشان کن ہے کہ سوشل میڈیا پر کچھ Fake معلومات اور تصاویر شیئر کرنا کیونکر بامقصد حیات کا طرۂ امتیاز قرار پاسکتا ہے۔البتہ Internet پر دستیاب مفید معلومات سے رات گئے تک استفادہ کرنا بظاہر قابل اعتراض عمل نہیں۔لیکن یہاں سوال راتوں کو دیر تک جاگنے کا نہیں، بلکہ آدابِ سحر خیزی سے محروم رہنے کا ہے۔ جس کی اہمیت اور افادیت اقبال یوں بیان کرتے ہیں:

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا، بے آہِ سحر گاہی (۱۰)

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی

نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی (۱۱)

اگر ہم اپنے ملک کے موجودہ حالات کا جائزہ لیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ہمارے ہاں ایسے اشخاص بکثرت موجود ہیں۔جو کسی انقلاب کے خواہاں ضرور ہیں۔مگر عمل سے گریزاں رہنا ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے۔جو گفتار کے غازی تو ہیں، لیکن کردار کے غازی نہیں۔جو دوسروں کی خامیوں پر تو انگلیاں اٹھاتے ہیں مگر اپنی کمزوریوں سے واقف نہیں۔جو دوسروں کی راہبری کے لیے بے تاب ہیں، مگر راہبری کے آداب سے بے خبر ہیں۔جو فکری محکومی و مظلومی کا رونا روتے ہیں، لیکن قومی اور انفرادی سطح پر بہتری لانے کی خوبیوں سے متصف نہیں۔ حیرت ہے کہ یہ افراد اقبال کے روشن افکار سے فیض یاب ہونے کی صلاحیتیوں سے عاری ہیں۔کوئی طاقت انھیں اندھیروں میں دھکیلنے میں مشغول ہے اور یہ بلا دھڑک اس کا مہرہ بنے فرقہ واریت، کشیدگی اور تصادم کی راہوں کا انتخاب کرتے چلے جاتے ہیں۔ڈاکٹرکنیز فاطمہ یوسف فکر اقبال سے بطریق احسان مستفید نہ ہو سکنے کی وجہ بتاتے ہوئے رقمطراز ہیں:

’’پاکستان بننے کے بعد ہمارے نظامِ تعلیم میں اقبال اور جناح کی تقاریر یا مقالوں کا کوئی حصہ نہیں۔مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ رویہ قصداً اختیار کیا گیا ہے۔جب مشرقی پاکستان میں زبان کے بارے میں فسادات ہوئے تھے تو یہ مسئلہ بھی اٹھایا گیا تھا کہ اقبال مشرقی پاکستان کا قومی شاعر نہیں ہے‘‘۔(۱۲(

پروفیسر فتح محمد ملک فکر اقبال کو فروغ دینے کی راہ میں حائل سب سے بڑی رکاوٹ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں:

’’قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی ہماری جاگیر دار قیادت اور فرنگی مآب افسر شاہی نے اقبال کی راہ ترک کر دی۔کیونکہ انقلابی اسلام جاگیر داری اور سرمایہ داری کے نظاموں کی موت اور فرنگی اندازِ سیاست سے نجات کے بغیر نافذ نہیں ہو سکتا، اور یہ خرافات ہماری قیادت کو اسلام سے بڑھ کر پیاری ہیں‘‘۔(۱۳(

جب کہ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا فرماتے ہیں:

"چونکہ اقبال ایک فطری شاعر ہیں اس لیے جب وہ اظہار خیال کرتے ہیں تو شاعری کے تمام وسائل ان کے کلام میں جلوہ گر ہوتے ہیں......مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ افکار جب شاعرانہ زبان میں پیش کئے جاتے ہیں تو ان کی تفہیم بسا اوقات آسان نہیں ہوتی۔شاعر اگر منطق اور استدلال کی زبان استعمال کرے تو وہ شاعر نہیں رہے گا ، محض ناظم ہو کر رہ جائے گا۔لیکن جب شاعرانہ وسائل کے تابع ہو گا تو افکار راست انداز میں ظاہر نہیں ہو پائیں گے۔یہ مفکر شعرا کا المیہ ہے اور اقبال عموماً اس وجہ سے صحیح معنوں میں تفہیم سے محروم رہ جاتے ہیں‘‘۔(۱۴(

لیکن بغور تجزیے سے کچھ اور وجوہ بھی سامنے آتی ہیں جو تفہیمِ اقبال ہی کیا، دیگر نوع کی معمولی باتوں کے سمجھنے میں بھی حائل ہیں۔کیا اس حقیقت سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ ہماری قوم کا کم و بیش ہر ننھا وجود سکول جانے کے فوراً بعد اور بعض صورتوں میں اس سے قبل بھی، یہ دعا تو یاد کر لیتا ہے:

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری

زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری (۱۵)

مگر زیست کے زینے طے کرتے ہوئے وہ اپنی زندگی کو روشن اور پاکیزہ رکھنے کے جذبات سے محروم ہوتا جاتا ہے۔دوسروں کے اندھیروں کو دور کرنے کا احساس ختم کر بیٹھتا ہے۔اس کی اپنے وطن کی زینت کے لیے فکر مند کلی مرجھا جاتی ہے۔وہ غریبوں اور ضعیفوں سے نفرت کا ارتکاب اور بدی کی راہوں کا انتخاب اس بے دردی سے کرتا ہے کہ اقبال کے الفاظ میں یہ کہنا پڑتا ہے

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غم ناک

نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ (۱۶)

موجودہ دور کا المیہ یہ نہیں کہ فارسی سے نابلد اساتذہ ٔاردو اقبال کے فکر و فلسفہ کو سمجھنے کی صلاحیت سے بے بہرہ ہیں اور وہ خدانخواستہ ’’شکوہ‘‘ اور ’’جواب شکوہ‘‘ تک کی صحیح تفہیم میں کامیاب نہیں ہوتے۔ بلکہ اصل المیہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کے تعلیمی اداروں میں صحیح معنوں میں، فکرِ اقبال کو فروغ دینے کی کوشش ہی نہیں کی جارہی۔اور اگر کسی کلاس میں ایک آدھ نظم شامل نصاب ہوتی بھی ہے تو اساتذۂ وقت اس کی وضاحت یا تشریح کا بیشتر صورتوں میں حق ادا نہیں کر پاتے۔یہاں

اگر Bloom's Taxonomy کے Revised درجات کا سہارا لیں تو یہ کہنا پڑے گا کہ پوری قوم Remembering کے بعد کے اگلے مرحلے Understandingتک بھی نہیں پہنچ پائی ۔ جس کے بعد Applying،Analyzing،Evaluatingاور Creating کے مراحل بھی آتے ہیں۔ ترقی یافتہ اقوام کے تعلیمی اداروں میں تو متذکرہ تمام مراحل طے کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ مگر ہمارا تعلیمی سسٹم پہلے مرحلے کی بھول بھلیوں میں بُری طرح بھٹک رہا ہے۔

یہاں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ موجودہ دور میں نیٹشے کے "فوق البشر" کا دنیا بھر میں ڈنکا بج رہا ہے۔ جو کسی انسان تو کیا، اللہ کے سامنے بھی جواب دہ نہیں۔ یہ "فوق البشر" کی اندھی اتباع کا ثمر ہے کہ امریکی، اسرائیلی، بھارتی اور یورپی طاقتیں جس علاقے میں چاہتی ہیں، افراتفری پھیلاتی ہیں جس ملک کو چاہتی ہیں، ذلیل و خوار کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ تباہی و بربادی مچانے اور اینٹ سے اینٹ بجانے کے بعد از سر نو تعمیر کا ڈراما رچا کر وہاں کے وسائل پر قابض ہو جاتی ہیں۔ دنیا افغانستان، عراق اورلیبیا میں یہ تماشا دیکھ چکی ہے۔ فلسطین ، شام اور کشمیر نرغے میں ہیں اور پاکستان ان طاقتوں کے پنجے سے گردن چھڑانے کی تگ و دو میں ہے۔

نیٹشے کا یہ فوق البشر عالمی سطح پر اثرات مضبوط کرنے کے بعد دیگر اقوام کی طرح ہماری قوم میں بھی دندناتا پھرتا ہے۔ جب کہ اقبال کا مردِ مومن اعلیٰ ترین انسانی اوصاف سے متصف ہونے کے باوجود عنقا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ ہماری فکر کا دوہرا معیار ہے کہ ہم زبان سے تو مردِ مومن میں موجود خوبیوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ مگر عملاً طاغوتی ہتھکنڈوں سے اپنے افعال و اعمال کو آلودہ رکھتے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ ہماری باطنی اور ظاہری ناکامیوں کی صورت میں سب کے سامنے ہے۔

اندریں حالات ضرورت اس امر کی ہے کہ ایران کی طرح ہماری قیادت اور قوم بھی، فکر اقبال سے اپنی ساکھ بحال کرنے کا سبق کشید کرے۔ سادگی کو اپنا شعار بنائے۔ اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کا سلیقہ سیکھے۔ محبت و اخوت کا نمونہ بنے۔ عشق الٰہی اور عشق مصطفیٰ ﷺ سے حقیقی معنوں میں لبریز ہو۔ کمزور اور مظلوم انسانوں کی طاقت بنے۔ بے عملی سے کنارہ کش ہو۔ حرکت و عمل سے افلاک کا سینہ چیرے۔ تعلیمی نظریات و افکار میں رہبری کا فریضہ انجام دے۔ ابلیس اور اس کے کارندوں کے نرغے سے بچے اور معاشی مشکلات کا حل اپنے وسائل کو بطریق احسن استعمال کرنے میں ڈھونڈے۔ تاکہ ترقی کی مسدود ہوتی راہیں کھلیں اور پاکستان اقبال کے خوابوں کی حقیقی تصویر بن سکے۔

حواشی و مصادر

۱۔ کلیاتِ اقبال (اُردو)۔لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع نہم 2009ء۔ص 653

۲۔ ایضاً ص552

۳۔ ایضاً ص545

۴۔ ایضاً ص747

۵۔ ایضاً ص287

۶۔ ایضاً ص395

۷۔ جواد حسین جعفری۔ مرتب: فکر اقبال اور ہم۔ مظفرآباد: کشمیر اکیڈمی، 2003ئ۔ ص9

۸۔ کلیات اقبال (اُردو)۔ص391

۹۔ ایضاً ص373

۱۰۔ ایضاً ص385

۱۱۔ ایضاً ص373

۱۲۔ ڈاکٹر کنیز فاطمہ یوسف۔ اقبال اور عصر مسائل۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ، 2005ئ۔ ص18

۱۳۔ پروفیسر فتح محمد ملک۔ اقبال فراموشی۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2002ئ۔ ص 45

۱۴۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا۔ اقبالیات:چند نئ جہات۔لاہور: بزمِ اقبال، 2014ئ۔ ص 13،14

۱۵۔ کلیات اقبال (اُردو)۔ص65

۱۶۔ ایضاً ص378